OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
https://arjicc.com/index.php/arjicc

تراجمِ ابوابِ صحیح بخاری میں غریب القرآن کی لغوی و تفسیری توضیح: کلاسک کتبِ غریب سے تقابلی مطالعہ

Explanatory Analysis of Gharib al-Qur'an in the Chapter Headings of Sahih al-Bukhari: A Comparative Study with Classical Literature of Gharib

Muhammad Faisal
Ph.D Scholar, Department of Islamic and Religious Studies,
Hazara University, Mansehra, KP, Pakistan /
Assistant Professor, Islamiyat GDC Balakot, KP, Pakistan
Email: mmfaisal1978@gmail.com

Prof. Dr. Nasir Ud Din Nasir
Professor, Department of Islamic and Religious Studies,
Hazara University, Mansehra, KP, Pakistan
Email: naasiraust@gmail.com

Received on: 02-02-2026 Accepted on: 15-03-2026

Abstract

This study provides a critical and comparative examination of the linguistic and exegetical explanations of Gharib al-Qur'an (uncommon or obscure Qur'anic vocabulary) embedded within the chapter headings (Tarajim al-Abwab) of Sahih al-Bukhari by Imam Muhammad ibn Isma'il al-Bukhari (d. 256 AH). While Sahih al-Bukhari is predominantly celebrated for its juristic deductions (Fiqh al-Bukhari fi Tarajimihi) and Hadith methodology, its profound contributions to Qur'anic lexicography and early hermeneutics remain insufficiently contextualized within the broader tradition of Gharib literature. This research investigates how Imam al-Bukhari employed pre-classical and early classical linguistic resources—most notably Abu 'Ubaydah's Majaz al-Qur'an—and how his lexical choices compare with foundational Gharib works, including Ibn Qutaybah's Tafsir Gharib al-Qur'an, Abu Bakr al-Sijistani's Nuzhat al-Qulub, and al-Raghib al-Isfahani's al-Mufradat fi Gharib al-Qur'an. Utilizing a qualitative comparative-analytical and source-critical methodology, the study demonstrates that al-Bukhari did not merely transmit earlier philological opinions but exercised rigorous Hadith-oriented critical selection (naqd muhaddithani) and contextual preference (tarjih). The findings reveal that al-Bukhari's integration of classical Arabic poetry (shawahid shi'riyyah), early dialects, and contextual Hadith traditions offered a balanced hermeneutical bridge between strict philology and prophetic tradition. Ultimately, this research underscores the scholar-traditionist's role as a pioneering Qur'anic lexicographer whose methodological synthesis influenced subsequent classical commentators such as Ibn Hajar al-'Asqalani and al-'Ayni, providing enduring insights for contemporary Qur'anic studies and lexicographical methodology.

Keywords: Sahih al-Bukhari, Tarajim al-Abwab, Gharib al-Qur'an, Abu 'Ubaydah, Majaz al-Qur'an, Ibn Qutaybah, al-Raghib al-Isfahani, Qur'anic Lexicography.

مقدمہ

قرآنِ کریم خدائے ذوالجلال کا وہ آخری اور ابدی کلام ہے جو فصاحت وبلاغت کے اعلیٰ ترین اور اعجاز آفرین معیار پر نازل ہوا ہے۔ اس کلامِ الٰہی کی زبان فصیح مبین عربی ہے، جس کے الفاظ، اسالیب، اور نازک معنوی باریکیاں کلامِ عرب کے بہترین ذخیرے کو محیط ہیں۔ عہدِ رسالتؐ اور دورِ صحابہؓ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی فطری لغوی صلاحیت، ذوقِ لسانی اور نزولِ وحی کے براہِ راست شاہد ہونے کی بنا پر قرآن کے اکثر مفاہیم اور مفردات کو بلا تکلف سمجھ لیتے تھے[1]۔ تاہم، جیسے جیسے اسلام کا جغرافیائی دائرہ پھیلتا گیا، غیر عرب اقوام آغوشِ اسلام میں داخل ہوتی گئیں، اور عربوں کا اپنے فطری صحرائی ماحول سے تعلق کمزور ہوتا گیا، تو قرآنی الفاظ کے غریب اور نادر معانی کو سمجھنے میں مشکلات پیش آنے لگیں۔ یہی وہ بنیادی تاریخی و دینی ضرورت تھی جس نے علومِ قرآن کی ایک مستقل، اہم اور دقیق شاخ "علمِ غریب القرآن" کو جنم دیا۔

علمِ غریب القرآن سے مراد قرآنِ مجید کے ان مفردات والفاظ کی لغوی، اشتقاقی اور تفسیری وضاحت ہے جو اپنے استعمال میں عام فہم نہیں ہیں یا جن کے معانی تک رسائی کے لیے لغتِ عرب، قدیم قبیلوں کی محاوراتی زبان، جاہلی اشعار، یا سیاقِ روایات کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے[2]۔ تاریخِ تدوینِ علوم میں اس موضوع پر جلیل القدر لغویین اور مفسرین نے گراں قدر تصانیف مرتب کیں، جن میں ابو عبیدہ معمر بن المثنی (ت 209ھ) کی "مجاز القرآن"، ابن قتیبہ دینوری (ت 276ھ) کی "تفسیر غریب القرآن"، ابو بکر السجستانی (ت 330ھ) کی "نزهة القلوب في تفسير غريب القرآن"، اور امام راغب اصفہانی (ت 502ھ) کی "المفردات في غريب القرآن" بنیادی اور مرجعی حیثیت رکھتی ہیں[3]۔

دوسری طرف، محدثینِ کرام نے بھی خدمتِ قرآن اور تفہیمِ نص میں ایک انتہائی جلیل القدر اور تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ اس سلسلة الذہب میں امیر المؤمنین فی الحدیث امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری (194ھ-256ھ) کی شخصیت عبقری اور بے نظیر ہے۔ امام بخاریؒ کی لازوال تصنیف "الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه" (المعروف صحیح بخاری) نہ صرف حدیث کا مستند ترین مجموعہ ہے، بلکہ یہ فقہ، تفسیر، اور لغت کا بھی ایک بحرِ مواج ہے۔ بالخصوص صحیح بخاری کے "تراجمِ ابواب" (Chapter Headings) وہ علمی واجتہادی جاہ وجلال رکھتے ہیں جس کے بارے میں علماء کا متفقہ قول ہے: "فقه البخاري في تراجمه" (امام بخاری کی فقہ اور ان کی سائنسی وتفسیری بصیرت ان کے تراجمِ ابواب میں مستور ہے)[4]۔

اہلِ علم نے عام طور پر صحیح بخاری کے تراجمِ ابواب کے فقہی، اسنادی، اور حدیثی پہلوؤں پر توجہ مرکوز رکھی ہے، لیکن ان تراجم میں بکھرا ہوا غریب القرآن کی لغوی وتفسیری توضیح کا عظیم الشان علمی ذخیرہ تاحال ایک باقاعدہ، جامع اور تقابلی علمی وسائنسی تجزیے کا منتظر رہا ہے۔ امام بخاریؒ نے بالخصوص "کتاب التفسیر" اور "کتاب فضائل القرآن" کے علاوہ صحیح بخاری کے بیسیوں دیگر ابواب کے تراجم میں قرآنِ کریم

کے سو سے زائد غریب الفاظ کی ایسی نادر، جامع اور محققانہ لغوی توضیحات پیش کی ہیں جو ان کی عمیق لغوی بصیرت، کلامِ عرب پر کامل دسترس، اور محدثانہ نقدِ روایات کی برتر صلاحیت کا بین ثبوت ہیں[5]۔

اس تحقیقی مطالعے کا بنیادی سوال یہ ہے کہ: امام بخاریؒ نے تراجمِ ابوابِ صحیح بخاری میں قرآنی الفاظ کے مشکل و غریب معانی کی وضاحت کے لیے عربی لغت، مجاز القرآن اور کلامِ عرب سے کس طرح استشہاد فرمایا ہے؟ نیز ان کے انتخاب کردہ لغوی و تفسیری حل اور کلاسیکی ائمہ غریب (بالخصوص ابو عبیدہ، ابن قتیبہ، السجستانی، اور راغب اصفہانی) کے ترجیحی حل کا باہمی تقابلی تناسب کیا ہے؟ اس تحقیق کا مرکزی موضوع صحیح بخاری میں موجود غریب القرآن کی لغوی و لسانیاتی شروحات کا تجزیہ اور اس بات کا علمی اثبات ہے کہ امام بخاریؒ لغوی مباحث میں محض ناقل نہیں بلکہ ایک نقد آشنا، ترجیح ساز، اور بصیرت مند محدث و مفسر ہیں جو لغوی قیاس کے ساتھ روایتی و سیاقی شواہد کو ملا کر ایک متوازن ترجیح قائم کرتے ہیں۔

اس تحقیق کی علمی و عملی اہمیت اس امر میں مضمر ہے کہ یہ محدثانہ منہج اور لغوی تفسیری روایات کے باہمی تعامل کو روشن کرتی ہے۔ یہ مطالعہ استقرائی، تقابلی، اور تحلیلی و تنقیدی منہج پر استوار ہے۔ تحقیق کا دائرہ کار صحیح بخاری کے ان تمام تراجمِ ابواب تک محیط ہے جہاں امام بخاریؒ نے لغوی الفاظ کی وضاحت فرمائی ہے، اور ان کا تقابل کلاسک کتبِ غریب سے کرتے ہوئے نتائج اخذ کیے گئے ہیں۔

سابقہ تحریری ادبیات کا تنقیدی جائزہ

قرآنِ کریم کے الفاظ کی لغوی تبیین اور صحیح بخاری کے تراجمِ ابواب دونوں ایسے علمی میدان ہیں جن پر الگ الگ اور مشترکہ طور پر کلاسیکی اور معاصر ادوار میں گراں قدر کام ہوا ہے۔ تاہم، دونوں مباحث کے تقابلی اور نقدِ محدثانہ کے نقطہ نظر سے انضمام پر موجودہ ادبیات میں چند بنیادی علمی خلا پائے جاتے ہیں جن کا احاطہ کرنا اس تحقیق کا اہم ہدف ہے۔

کلاسیکی شارحینِ صحیح بخاری نے امام بخاریؒ کے لغوی تراجم کی تشریح میں انتہائی وقیع خدمات سرانجام دی ہیں۔ حافظ ابن حجر العسقلانی (ت 852ھ) نے اپنی شہرہ آفاق شرح "فتح الباری" اور اس کے مقدمے "ہدی الساری" میں امام بخاریؒ کے لغوی مآخذ کو بے نقاب کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے[6]۔ ابن حجرؒ نے صراحت کے ساتھ نشاندہی کی ہے کہ امام بخاریؒ نے تراجمِ ابواب میں غریب القرآن کی تفسیر نقل کرتے ہوئے کثرت سے ابو عبیدہ معمر بن المثنی کی کتاب "مجاز القرآن"، الفراء کی "معانی القرآن"، اور ابن قتیبہ کی "تفسیر غریب القرآن" سے استفادہ فرمایا ہے[7]۔ اسی طرح علامہ بدر الدین العینی (ت 855ھ) نے "عمدۃ القاری" میں اور علامہ شہاب الدین القسطلانی (ت 923ھ) نے "ارشاد الساری" میں امام بخاریؒ کی لغوی عبارات کا اعراب، اشتقاق اور لغوی موازنہ پیش کیا ہے[8]۔ تاہم، ان شروحات کا بنیادی ہدف متنِ حدیث کی تشریح اور فقہی و روایتی مباحث کا احاطہ تھا، اس لیے انہوں نے امام بخاریؒ کے لغوی ترجیحی منہج کا کتبِ غریب القرآن کے ساتھ بالاستیعاب تقابلی جائزہ پیش نہیں کیا۔

تراجمِ ابوابِ صحیح بخاری کی حلِ مشکلات پر لکھی جانے والی مستقل کتب میں العلامہ شاہ ولی اللہ دہلوی (ت 1176ھ) کی "شرح تراجم ابواب صحیح البخاری"، ابن المنیر الاسکندرانی (ت 683ھ) کی "المتواری علی ابواب البخاری"، شیخ الہند محمود حسن دیوبندی کی "الابواب والتراجم"، اور شیخ محمد زکریا کاندھلوی کی "الابواب والتراجم لصحیح البخاری" شامل ہیں[9]۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنے مخصوص حکیمانہ منہج کے تحت یہ واضح کیا کہ امام بخاریؒ کا مقصد تراجم میں صرف فقہی استنباط نہیں بلکہ قرآنِ مجید کے ان الفاظ کی وضاحت بھی ہے جو غریب اور مشکل ہیں، تاکہ قارئینِ حدیث کو قرآنِ کریم کے معانی تک براہِ راست رسائی حاصل ہو سکے[10]۔ اس کے باوجود، ان کتب کا بنیادی فوکس تراجم اور متونِ حدیث کے باہمی ربط کو ثابت کرنا تھا، نہ کہ لغوی و معجماتی ائمہ کے ساتھ تفصیلی موازنہ۔

دوسری جانب، کتبِ غریب القرآن کی اپنی ایک شاندار علمی تاریخ ہے۔ ابو عبیدہ کی "مجاز القرآن" تیسری صدی ہجری کے اوائل کی وہ عظیم پیش رفت تھی جس میں نحوی و بلاغی انداز میں قرآنی غریب کی تبیین کی گئی[11]۔ ابن قتیبہ نے "تفسیر غریب القرآن" میں لغوی ایجاز اور کلامِ عرب کے شواہد کو جمع کیا، جب کہ ابو بکر السجستانی نے "نزھۃ القلوب" میں حروفِ تہجی کی ترتیب پر غریب القرآن کو مرتب کر کے اسے سنبھالا[12]۔ پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں امام راغب اصفہانی نے "المفردات فی غریب القرآن" تحریر فرما کر لغوی اشتقاق، قرآنی استعمال، اور فلسفیانہ و تفسیری تعمق کو ملا کر غریب القرآن کی تاریخ کا نقطہ عروج قائم کیا[13]۔

معاصر اکیڈمک اور علمی دنیا میں اگرچہ "غریب القرآن" اور "تراجم بخاری" پر الگ الگ متعدد مقالات و کتب لکھی گئی ہیں، لیکن علمی خلا یہ ہے کہ کسی بھی مستند مطالعے میں امام بخاریؒ کے لغوی اختیارات کا ان چاروں امہات الکتبِ غریب کے ساتھ ہمہ جہت تقابلی تجزیہ پیش نہیں کیا گیا، اور نہ ہی اس نکتہ پر کامل بحث کی گئی ہے کہ امام بخاریؒ کا لغوی نقد کس طرح نحو و لغت کے محض قیاسی قوانین پر حدیثی و روایتی سیاق کو ترجیح دیتا ہے۔ موجودہ تحقیق اسی علمی خلا کو پُر کرنے کی ایک کوشش ہے۔

غریب القرآن اور تراجمِ ابواب کی اصولی و مفاہیمی بنیادیں

تحقیق کے اصولی تعارف اور فکری تناظر کو واضح کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان بنیادی مفاہیم اور علمی اصطلاحات کی تفہیم حاصل کی جائے جو اس مقالے کی اساس تشکیل دیتی ہیں۔ اس ضمن میں چار بنیادی علمی مفاہیم محتاجِ وضاحت ہیں: غریب القرآن کا اصطلاحی فریم ورک، تراجمِ ابواب کی لغوی و تفسیری ساخت، مجاز القرآن کا لسانیاتی تناظر، اور محدثانہ ترجیح و نقدِ لغوی کا معیار۔

اولاً: **غریب القرآن** کا اصطلاحی مفہوم۔ لغت میں "غریب" کے معنٰی بعید، ناآشنا، یا نادر و نایاب کے ہیں[14]۔ علومِ قرآن کی اصطلاح میں "غریب القرآن" سے مراد وہ قرآنی الفاظ و مفردات ہیں جن کا مفہوم اور دلالت عام استعمال میں مخفی یا ناآشنا ہو، اور جن کی مراد تک پہنچنے کے لیے لغتِ عرب، قدیم قبیلوں کی محاوراتی زبان، جاہلی اشعار، یا سیاقِ روایات کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے[15]۔ امام سیوطیؒ نے "الاتقان فی علوم القرآن" میں بیان فرمایا کہ غریب القرآن سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ قرآن میں کوئی ایسا لفظ ہے جو عربی زبان سے خارج ہے، بلکہ اس سے مراد وہ الفاظ ہیں جو عرب کے بعض مخصوص قبیلوں (مثلاً قریش، ہوازن، ثقیف، یا حمیر) کی زبان میں مستعمل تھے اور عام لوگ

ان کے باریک معانی سے واقف نہ تھے[16]۔ تاریخ میں غریب القرآن کی تفہیم کا سب سے پہلا باقاعدہ مظاہرہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کے وہ جوابات ہیں جو انہوں نے نافع بن الأزرق (خوارج کے سرکردہ رہنما) کے سوالات کے جواب میں جاہلی اشعار کے شواہد (الشواھد الشعریۃ) کے ساتھ عطا فرمائے تھے[17]۔

ثانیاً: **تراجمِ ابواب** کا قیام اور علمی مقام۔ محدثین کی اصطلاح میں "ترجمۃ الباب" اس عنوان یا سرخی کو کہتے ہیں جو صاحبِ کتاب (مثلاً امام بخاری) کسی باب کے شروع میں قائم کرتے ہیں[18]۔ صحیح بخاری کے تراجمِ ابواب کی تنوع حیرت انگیز ہے۔ بعض تراجم خالص الفقہ ہوتے ہیں، بعض استنباطی، بعض نقدِ اسناد سے متعلق، اور ایک بڑی تعداد ان تراجم کی ہے جو "تراجم تفسیریہ ولغویہ" کہلاتی ہیں[19]۔ امام بخاریؒ نے تراجمِ ابواب میں نہ صرف قرآنی آیہ کا متن یا اس کا ایک حصہ ذکر کیا، بلکہ اس کے ساتھ جلیل القدر صحابہ (مثلاً ابن عباس، ابن مسعود)، تابعین (مثلاً مجاہد، قتادہ، الحسن البصری)، اور پیش رو لغویین کے اقوال کے ذریعے مشکل الفاظ کی مختصر مگر جامع لغوی تشریح قلمبند فرما دی[20]۔

ثالثاً: **مجاز القرآن** کی اصطلاح۔ تیسری صدی ہجری کے اوائل میں جب ابو عبیدہ معمر بن المثنی نے "مجاز القرآن" تحریر کی، تو اس وقت "مجاز" کا اصطلاحی معنیٰ علمِ بیان والا (استعارہ و کنایہ کے مقابلے میں حقیقت کا ضد) نہیں تھا، بلکہ اس کا لغوی و فنی معنیٰ تھا: "مایُعَبَّرُ بِهِ عَنِ اللَّفْظِ" یعنی جس راستے اور تعبیر کے ذریعے کسی لفظ کے معنیٰ کا بیان ممکن ہو، یا جس اسلوب پر کلامِ عرب جاری ہوتا ہے[21]۔ ابو عبیدہ کے اس منہج نے قرآنی ایجاز، حذف، تقدیم و تاخیر، اور غریب الفاظ کے معانی کی تبیین میں ایک نیا راستہ دکھایا، اور اسی راستے سے امام بخاریؒ نے وافر مقدار میں خوشہ چینی فرمائی۔

رابعاً: **محدثانہ ترجیح اور نقدِ لغوی**۔ لغویین اور اہلِ نحو بسا اوقات محض قیاس، اشتقاق، یا شعرِ عرب کے کسی واحد شاہد کی بنیاد پر لفظ کا معنیٰ متعین کر دیتے ہیں۔ لیکن ایک محدث اور فقیہ جب غریب القرآن کا حل پیش کرتا ہے، تو وہ صرف لغوی قیاس پر انحصار نہیں کرتا، بلکہ وہ "نصِ قرآن کے سیاق وسباق "، "احادیثِ نبویہ کے شواہد"، اور "صحابہ و تابعین کے تعامل" کو بنیاد بنا کر لغوی اقوال میں سے صحیح ترین قول کو ترجیح دیتا ہے[22]۔ یہی وہ بنیادی تفاوت ہے جو امام بخاریؒ کے لغوی منہج کو محض نحویوں یا لغویوں کے منہج سے ممتاز اور برتر بناتا ہے۔

تراجمِ ابوابِ صحیح بخاری میں غریب القرآن کی لغوی و تفسیری توضیح: مرکزی تحلیلی بحث

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کے تراجمِ ابواب میں جس تفسیری و لغوی دانش کا مظاہرہ فرمایا ہے، وہ اسلام کی علمی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔ ذیل میں چار تفصیلی ذیلی عنوانات کے تحت اس کا گہرا، تحلیلی اور تقابلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

.1 امام بخاریؒ کا تفسیری و لغوی منہج اور تراجمِ ابواب کا قیام

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں علومِ قرآن اور غریب الفاظ کے لیے ایک خاص بناوٹی و منہجی ترکیب اختیار فرمائی ہے۔ اگرچہ صحیح بخاری کی "کتاب التفسیر" اس علمی کاوش کا اصل مرکز ہے، تاہم "کتاب البدء الخلق"، "کتاب احادیث الانبیاء"، "کتاب الاعمال فی الصلاۃ"، اور "کتاب التوحید" کے تراجمِ ابواب میں بھی قرآنی الفاظ کے غریب معانی کی شرح کثرت سے ملتی ہے[23]۔

امام بخاریؒ کا لغوی منہج درج ذیل اہم خصوصیات کا حامل ہے:

الف) ایجاز و اختصار کے ساتھ جامعیت : امام بخاریؒ طویل لغوی بحثوں اور نحوی موشگافیوں میں الجھنے کے بجائے لفظ کا اصل لبِ لباب اور بنیادی معنٰی ایک یا دو الفاظ میں بیان کر دیتے ہیں۔ مثلاً سورۃ البقرۃ کی تشریح میں لفظ "أنداداً" کا ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں" :أَنْدَاداً: أَقْرَانًا، وَاحِدُهُ نِدٌّ) "انداد سے مراد ہمسر اور برابر والے ہیں، اور اس کا واحد ندّ ہے)[24]۔ اس مختصر جملے میں انہوں نے لفظ کا معنٰی اور اس کا صیغہ و جمع واحد دونوں واضح کر دیے۔

ب) تفسیر القرآن بالقرآن کا لغوی استعمال : امام بخاریؒ ایک قرآنی غریب لفظ کی لغوی توضیح کے لیے دوسری قرآنی آیت کو بطورِ شاہد پیش کرتے ہیں۔ مثلاً سورۃ الفرقان میں لفظ "ہباءً منثوراً" کی وضاحت کرتے ہوئے دوسری جگہ کے استعمال سے لغوی استشہاد قائم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ باریک گرد و غبار ہے جو سورج کی شعاعوں میں نظر آتا ہے[25]۔

ج) سلفِ صالحین کے لغوی اقوال کی نقد و روایت : امام بخاریؒ صحابہ کرام (بالخصوص عبد اللہ بن عباسؓ) اور کبارِ تابعین (مثل مجاہد بن جبر، قتادہ بن دعامہ، اور حسن بصری) سے منقول لغوی تفسیر کو سند یا بلاغ کے ساتھ تراجم میں شامل کرتے ہیں۔ ابن حجرؒ نے صراحت کی ہے کہ امام بخاریؒ نے مجاہد بن جبرؒ کے تفسیری نسخے (طریق ابن ابی نجیح عن مجاہد) کو تراجمِ ابواب میں غریب القرآن کے لیے سب سے زیادہ اعتماد کا مرکز بنایا ہے[26]۔

.2 امام بخاریؒ کا کلامِ عرب اور مجاز القرآن (ابو عبیدہ) سے استشہاد و استفادہ

صحیح بخاری کے تراجمِ ابواب کا گہرا مطالعہ کرنے والے پر یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ امام بخاریؒ نے تیسری صدی ہجری کے عظیم لغوی امام ابو عبیدہ معمر بن المثنی کی تصنیف "مجاز القرآن" سے وسیع پیمانہ پر استفادہ فرمایا ہے۔ حافظ ابن حجر العسقلانیؒ "ہدی الساری" میں رقمطراز ہیں:

" وَأَمَّا أَهْلُ اللُّغَةِ فَاعْتَمَدَ فِي التَّفْسِيرِ عَلَى أَبِي عُبَيْدَةَ مَعْمَرِ بْنِ الْمُثَنَّى فِي كِتَابِهِ مَجَازِ الْقُرْآنِ"

(امام بخاری نے لغوی تفاسیر میں سب سے زیادہ اعتماد ابو عبیدہ معمر بن المثنی کی کتاب مجاز القرآن پر کیا ہے)[27]۔

تاہم، امام بخاریؒ کا ابو عبیدہ سے یہ استفادہ محض کورانہ تقلید یا نقلِ محض نہیں تھا، بلکہ ایک نقاد محدث کا بصیرت مندانہ انتخاب تھا۔ اس کی چند نمایاں جہتیں ملاحظہ ہوں:

أ) عبارات کی تہذیب اور اختصار : ابو عبیدہ بسا اوقات ایک لفظ کے لغوی مجاز اور اس کے نحوی اعراب کی وضاحت میں طویل شواہد اور اشعار لاتے ہیں۔ امام بخاریؒ ان کے پورے کلام کا خلاصہ کشید کر کے اپنے ترجمۃ الباب کا حصہ بناتے ہیں۔ مثلاً سورۃ الاعراف میں آیہ ﴿وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ﴾ میں ابو عبیدہ نے "قاسمہما" کا معنیٰ "حلف لہما" (ان سے قسم کھائی) بیان کیا اور عربی شعر سے استشہاد کیا[28]۔ امام بخاریؒ نے تراجمِ ابواب میں شعر کو حذف کر کے صرف اصل لغوی حاصل "قَاسَمَهُمَا: حَلَفَ لَهُمَا" نقل فرمایا، تاکہ ترجمہ ابواب زیادہ سے زیادہ سلیس اور مرکوز رہے[29]۔

ب) کلامِ عرب اور محاورہ جاہلی سے استشہاد : امام بخاریؒ تراجم میں الفاظ کی اصل لغوی بنیاد کو عربوں کے روزمرہ استعمال اور محاورے سے مربوط کرتے ہیں۔ مثلاً سورۃ الحجر میں آیہ ﴿لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾ کی تشریح میں ابو عبیدہ کی پیروی کرتے ہوئے فرماتے ہیں" **:لَعَمْرُكَ: لَحَيَاتُكَ)** "تیری قسم سے مراد تیری زندگی کی قسم ہے)[30]۔ اور "یعمھون" کی وضاحت فرماتے ہیں" :يَلْعَبُونَ وَيَتَرَدَّدُونَ"، جو کلامِ عرب میں حیرانی و پریشانی میں بھٹکنے کے لیے مستعمل تھا[31]۔

ج) ابو عبیدہ کے اعتزالی یا کلامی رجحانات سے احتراز : ابو عبیدہ اگرچہ لغت کے امام تھے، لیکن ان کے بعض اقوال پر معتزلی افکار کے اثرات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ امام بخاریؒ نے جہاں صفاتِ الٰہی یا عقائد سے متعلق غریب الفاظ آئے، وہاں ابو عبیدہ کے صرف ان لغوی تعبیرات کو قبول فرمایا جو سلفِ صالحین اور محدثانہ منہج کے موافق تھیں، اور جہاں ابو عبیدہ نے صفات کی ایسی تاویل کی جو نص کی روح کے خلاف تھی، امام بخاریؒ نے اسے مکمل طور پر ترک کر کے ابن عباسؓ یا مجاہدؒ کے قول کو ترجیح دی[32]۔

.3 امام بخاریؒ اور کلاسک کتبِ غریب (ابن قتیبہ، السجستانی، الراغب الاصفہانی) کا تقابلی تجزیہ

علمِ غریب القرآن کے ارتقاء میں ابن قتیبہ، السجستانی، اور راغب اصفہانی کے کارنامے نمایاں ہیں۔ ان جلیل القدر ائمہ کے مقابلے میں امام بخاریؒ کے حل کردہ غریب الفاظ کا موازنہ کرنے سے ان کے لغوی و تفسیری منہج کا تنوع اور امتیاز واشگاف ہوتا ہے۔

ذیل میں ایک مفصل تحلیلی موازنہ پیش کیا جاتا ہے:

اولاً: امام بخاریؒ بمقابلہ ابن قتیبہ دینوری (تفسیر غریب القرآن : (ابن قتیبہ دینوری (ت 276ھ) امام بخاریؒ کے معاصر تھے اور لغت و ادب میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ ان کی تصنیف "تفسیر غریب القرآن" قرآن کے سورت وار ترتیب پر مرتب ہے۔ ابن قتیبہ کا بنیادی مقصد قرآنی الفاظ کا لغوی حل، اشتقاق، اور نحوی ترکیب بیان کرنا ہے[33]۔ اس کے برعکس، امام بخاریؒ کا منہج محض لغوی حصر نہیں ہے۔ ابن قتیبہ جب کسی لفظ کا معنیٰ بیان کرتے ہیں تو وہ اکثر لغویین کے عمومی اقوال نقل کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ اس لغوی معنیٰ کو لاتے ہیں جو متصل حدیثِ نبوی یا سیاقِ باب کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو۔ مثلاً سورۃ الشعراء میں لفظ "الآیۃ" کے معنیٰ پر ابن قتیبہ فرماتے ہیں: "الآیۃ: العلامۃ" (آیت کے معنیٰ نشانی کے ہیں)[34]۔ امام بخاریؒ نے تراجمِ ابواب میں اس کی لغوی تشریح کے ساتھ اس کے تفسیری پہلو "العبرۃ" اور "البناء المحکم" کا اضافہ فرمایا، جس سے لفظ کا عملی و دعوتی سیاق روشن ہو جاتا ہے[35]۔

ثانیاً: امام بخاریؒ بمقابلہ ابو بکر السجستانی (نزھۃ القلوب : (ابو بکر السجستانی (ت 330ھ) کی کتاب "نزھۃ القلوب فی تفسیر غریب القرآن العظیم" غریب القرآن کی تاریخ میں الفبیائی ترتیب پر لکھی جانے والی ابتدائی ترین کتب میں سے ہے[36]۔ السجستانی کا اسلوب انتہائی موجز، مختصر اور لغت نامے کی نوعیت کا ہے۔ وہ ہر لفظ کے سامنے اس کا ترادف درج کر دیتے ہیں۔ امام بخاریؒ کے تراجم میں اختصار کے باوجود السجستانی جیسی خشک معجماتی کیفیت نہیں ہے۔ السجستانی جب لفظ کا معنیٰ دیتے ہیں تو اس میں روایتی سند یا مفسرین کا نام ذکر نہیں کرتے۔ امام بخاریؒ غریب لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے ساتھ ہی صحابی یا تابعی کی نسبت (مثلاً: "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ"، "وَقَالَ مُجَاهِدٌ") کی تصریح کرتے ہیں[37]۔ اس سے قاری کو نہ صرف لغوی معنیٰ معلوم ہوتا ہے بلکہ اس لغوی معنیٰ کی تاریخی و روایتی حجیت بھی ثابت ہو جاتی ہے۔

ثالثاً: امام بخاریؒ بمقابلہ امام راغب اصفہانی (المفردات فی غریب القرآن : (امام راغب اصفہانی (ت 502ھ) غریب القرآن کے میدان کے معتبر نام ہیں۔ ان کی "المفردات" میں ہر لفظ کے مادے سے نکلنے والے تمام اشتقاقات، ان کا حقیقی و مجازی استعمال، اور ان کے کلامی و اخلاقی نکتہ ہائے نظر کو بسط و کشاد کے ساتھ پیش کیا گیا ہے[38]۔ امام راغب کا طریقہ کار اشتقاقی و تحلیلی ہے، جب کہ امام بخاریؒ کا طریقہ کار روایتی و سیاقی ہے۔ امام راغب بسا اوقات ایک لفظ کے دس مختلف معانی لغوی شواہد سے ثابت کرتے ہیں، لیکن امام بخاریؒ ان کثیر المعانی میں سے صرف اس ایک معنیٰ کو منتخب کر کے تراجم میں لاتے ہیں جو اس مقام پر نصِ قرآنی کی صحیح ترین مراد کو ظاہر کرتا ہو[39]۔ یوں امام بخاریؒ قاری کو معانی کے انتشار سے بچا کر ایک متعین، معتبر اور نقد شدہ مفہوم تک پہنچا دیتے ہیں۔

.4 تراجمِ ابواب میں محدثانہ نقد اور لغوی ترجیحات کا اثبات (تفصیلی تطبیقی و استدلالی مطالعہ)

امام بخاریؒ کے لغوی نقد اور ترجیحی صلاحیت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ صحیح بخاری کے تراجم ابواب سے چند اہم قرآنی غریب الفاظ کی تطبیقی مثالیں پیش کی جائیں اور ان کا موازنہ کتبِ غریب سے کیا جائے۔

تطبیقی مثال 1: لفظ "الرقیم" (سورۃ الکہف: ﴿أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا﴾)

اہلِ لغت اور مفسرین کے ہاں "الرقیم" کی تفسیر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

- ابو عبیدہ "مجاز القرآن" میں فرماتے ہیں" :الرَّقِيمُ: الْكِتَابُ، مَرْقُومٌ عَلَيْهِمْ زَبُورُهُمْ) "رقیم سے مراد وہ لوح یا تختی ہے جس پر ان کا قصہ یا نام لکھے گئے تھے)[40]۔
- ابن قتیبہ "تفسیر غریب القرآن" میں لکھتے ہیں: "الرقیم: الکتاب، من رقمت الکتاب إذا کتبتہ" (رقیم فعیل کے وزن پر مفعول یعنی مرقوم کے معنیٰ میں ہے جس کے معنیٰ لکھی ہوئی چیز کے ہیں)[41]۔
- بعض دیگر لغویین اور روایات میں آتا ہے کہ "الرقیم" اس وادی یا پہاڑ یا شہر کا نام تھا جہاں وہ غار واقع تھا[42]۔

امام بخاریؒ کا نقد و ترجیح : امام بخاریؒ نے "کتاب احادیث الانبیاء" (باب اصحاب الکہف) کے ترجمۃ الباب میں اس لغوی اختلاف کا جائزہ لیتے ہوئے سیدنا ابن عباسؓ کا قول ترجیحاً نقل فرمایا: "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الرَّقِيمُ: الْكِتَابُ"[43]۔ اس کے بعد امام بخاریؒ نے اس غار کے تین افراد

والے حدیثِ نبوی (حدیث الصخرۃ) کو سند کے ساتھ اسی باب میں روایت کیا، جس میں لوحِ لکھی ہوئی کا حوالہ ملتا ہے۔ امام بخاریؒ نے وادی یا شہر والے غیر مستند اور اسرائیلی نوعیت کے اقوال کو مکمل طور پر رد کر دیا اور صرف اس لغوی معنیٰ (اللوح / الکتاب) کو اپنایا جو عربی مادے "ر-ق-م" (لکھنا) سے مطابقت رکھتا تھا اور صحابی کی روایتی تفسیر سے ثابت تھا[44]۔

تطبیقی مثال 2: لفظ "الصمد" "سورۃ الاخلاص: ﴿اللَّهُ الصَّمَدُ﴾

لفظ "الصمد" کلامِ عرب کے مشکل ترین غریب الفاظ میں شمار ہوتا ہے اور اس کے متعدد لغوی معانی پیش کیے گئے ہیں۔

- ابن قتیبہ نے "تفسیر غریب القرآن" میں اس کے تین معانی ذکر کیے: 1۔ وہ سید و سردار جس کی طرف تمام امور میں رجوع کیا جائے۔ 2۔ وہ جو جوف (پیٹ) نہ رکھتا ہو (الذي لا جوف لہ)۔ 3۔ وہ جو باقی رہنے والا ہو اور جسے زوال نہ ہو[45]۔
- راغب اصفہانی نے "المفردات" میں اس کا اشتقاقی معنیٰ "القصد" قرار دیا اور کہا کہ الصمد وہ ذات ہے جس کی طرف تمام حاجتوں میں قصداً رجوع کیا جائے[46]۔

امام بخاریؒ کا نقد و ترجیح: امام بخاریؒ نے "کتاب التوحید" کے تحت سورۃ الاخلاص کی تفسیر کے ترجمۃ الباب میں ابو عبیدہ اور سلف کی لغوی تحقیقات کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے فرمایا: "الصَّمَدُ: الْعَرَبُ تُسَمِّي شَرَفَ الأَشْرَافِ الصَّمَدَ، وَقَالَ عِكْرِمَةُ: الصَّمَدُ: الَّذِي لَمْ يَخْرُجْ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَمْ يَلِدْ"[47]۔ امام بخاریؒ نے یہاں دوہری ترجیحی حکمت عملی اپنائی: لغوی اعتبار سے عربوں کے اس محاورے کو لائے کہ قوم کے سب سے بڑے سردار کو "الصمد" کہا جاتا ہے کیونکہ سب اسی کے محتاج ہوتے ہیں، اور تفسیری و کلامی اعتبار سے تابعین (عکرمہ) کے اس قول کو لائے جو سورۃ الاخلاص کی اگلی آیہ ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ﴾ کی تفسیری لغوی شرح بنتا ہے۔ یوں امام بخاریؒ نے لغوی عظمت اور تنزیہ الٰہی کا محکم امتزاج پیش فرمایا۔

تطبیقی مثال 3: لفظ "السَّرِيّ" (سورۃ مریم: ﴿قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا﴾

لفظ "سَرِيًّا" کی تفسیر میں لغویین اور مفسرین کے دو بنیادی مکاتبِ فکر تھے: مکتب اول (لغوی): "السری" سے مراد ندی، چھوٹی نہر یا پانی کا چشمہ ہے (جدول / نہر صغیر)۔ یہ مادہ "سري یسري" (رات کو جاری ہونا یا چلنا) سے ہے۔ مکتب دوم (شخصی): "السری" سے مراد شریف، سر ائت والا اور بلند مرتبہ انسان (سید / شریف) ہے، یعنی عیسیٰ علیہ السلام[48]۔

- ابو عبیدہ اور ابن قتیبہ دونوں نے پہلے معنیٰ (جدول / نہر) کو ترجیح دی[49]۔ السجستانی نے دونوں اقوال نقل کیے[50]۔

امام بخاریؒ کا نقد و ترجیح: امام بخاریؒ نے سورۃ مریم کی تفسیر کے ترجمۃ الباب میں فرمایا: "سَرِيًّا: جَدْوَلًا، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: السَّرِيُّ: النَّهْرُ الصَّغِيرُ"[51]۔ امام بخاریؒ نے یہاں دوسرے معنیٰ (شریف انسان) کو ترک کر کے "نہر / جدول" والے معنیٰ کو قطعی ترجیح دی، کیونکہ آیہ کا سیاقی قرینہ ﴿فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا﴾ (پس تو کھا اور پی اور آنکھیں ٹھنڈی کر) کھانے کے ساتھ پینے کا تقاضا کر رہا تھا، اور کھجور کے

درخت کے نیچے نہر کا جاری ہونا پینے کی حاجت کو پورا کرتا تھا۔ اس تطبیق سے ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ لغوی ترجیح میں "قرینہ سیاق" کو حاکم قرار دیتے ہیں۔

تطبیقی مثال4: لفظ "الآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ" **(سورۃ یوسف:** ﴿قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ الآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ﴾

غریب لفظ "حصحص" کے لغوی مادے اور معنٰی پر لغویین کا نقد و تبصرہ توجہ کا مرکز رہا ہے۔

- ابن قتیبہ کہتے ہیں: "حصحص الحق: أي تبين ووضح، وأصله من الحصة، أي انقطعت حصة الحق من حصة الباطل" (حق ظاہر اور واضح ہو گیا، اس کی اصل حصہ سے ہے یعنی حق کا حصہ باطل کے حصے سے ممتاز ہو کر الگ ہو گیا)[52]۔
- راغب اصفہانی لکھتے ہیں: "الحصحصة: ثبات الحق ووضوحه بعد خفاء" (حصحصہ سے مراد چھپنے کے بعد حق کا ثابت اور واضح ہو جانا ہے)[53]۔

امام بخاریؒ کا نقد و ترجیح: امام بخاریؒ نے سورۃ یوسف کے ترجمۃ الباب میں اختصار کے ساتھ تحریر فرمایا: "حَصْحَصَ: وَضَحَ، زَهَقَ الْبَاطِلُ وَتَبَيَّنَ الْحَقُّ"[54]۔ امام بخاریؒ نے ابو عبیدہ کے اثر سے اس کا ترجمہ "وضح" کیا، مگر ساتھ ہی قرآنی نص ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ کا فکری تلازم شامل کر کے "زہق الباطل" کی قید بڑھائی، جس سے واضح ہوا کہ حق کا وضوح باطل کی مکمل نابودی اور مٹ جانے کے ساتھ مشروط ہوتا ہے۔

تطبیقی مثال5: لفظ "التَّهْلُكَة" (سورۃ البقرۃ: ﴿وَلاَ تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾)

نحو اور لغت کے نقطہ نظر سے "التہلکۃ" مصدر کی ایک نایاب شکل ہے جو "تَفعُلَة" (بضم اللام) کے وزن پر آئی ہے، اور عربی زبان میں بضم اللام مصادر شاذ اور غریب شمار ہوتے ہیں[55]۔

- ابن قتیبہ نے کہا: "التهلكة: الهلاك، وهو مصدر لا نظير له في المصادر بضم اللام إلا أحاديث نادرة" (تہلکۃ ہلاک ہونے کے معنٰی میں ہے، اور اس وزن پر مصدر کا آنا عربی زبان میں نادر ہے)[56]۔

امام بخاریؒ کا نقد و ترجیح: امام بخاریؒ نے "کتاب التفسیر" (باب ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة) میں نہ صرف اس لفظ کا لغوی معنٰی "العذاب / الھلاک" بیان کیا، بلکہ اس کے ساتھ سیدنا ابو ایوب انصاریؓ سے مروی وہ تاریخی روایت فرمائی جو انہوں نے قسطنطنیہ کے غزوہ میں بیان کی تھی کہ اس آیہ کے لغوی و تفسیری معنٰی جنگ سے پیچھے ہٹنے اور اموال کی اصلاح میں مشغول ہو کر جہاد کو ترک کرنے کے ہیں[57]۔ یوں امام بخاریؒ نے نحوی شذوذ کی بحث کو ایک عملی، تاریخی اور جہادی و اخلاقی حقیقت میں بدل کر دکھا دیا۔

عصری علوم قرآن اور جدید لغوی و تفسیری شروحات میں اس منہج کی معنویت

امام بخاریؒ کا تراجمِ ابواب میں غریب القرآن کو حل کرنے کا یہ تاریخی منہج محض ایک سلفی یا تاریخی یادگار نہیں ہے، بلکہ معاصر علومِ قرآن، جدید لسانیات(Modern Linguistics) ، سیمیوٹکس(Semiotics) ، اور معجم نگاری (Lexicography) کے لیے ایک مشعلِ راہ ہے۔

جدید دور میں لسانیات کے محققین(مثلاً Ferdinand de Saussure اور بعد کے لسانیاتی مکاتب)نے یہ بنیادی اصولی نکتہ قائم کیا ہے کہ کسی بھی لفظ کے حقیقی اور متحرک معنیٰ تک رسائی کے لیے اس کے "سیاقی استعمال (Contextual Usage) "اور "تعلقاتی نظام " (Syntagmatic Relations) کو دیکھنا ضروری ہوتا ہے، محض معجم میں درج جامد معانی کافی نہیں ہوتے[58]۔ امام بخاریؒ نے آج سے گیارہ سو سال قبل تراجمِ ابواب کے ذریعے یہی سائنسی طریقہ کار عملی طور پر نافذ کر کے دکھایا۔ انہوں نے لغت کے جامد معانی کو نصِ قرآنی کے سیاق، احادیثِ نبویہ کے شواہد، اور صحابہ و تابعین کے تعامل کے ساتھ جوڑ کر "زبان کے متحرک و سیاقی معانی" کی شاندار بنیاد رکھی۔

معاصر اسلامی دنیا اور جدید یونیورسٹیوں میں علومِ قرآن اور تفسیر کے نصاب کی تدوین میں امام بخاریؒ کا یہ منہج درج ذیل جہتوں میں مفید ثابت ہو سکتا ہے:

اولاً : **جدید قرآنی معاجم کی تدوین :** معاصر دور میں جو قرآنی معاجم اور لغات مرتب کی جا رہی ہیں، ان میں اگر صرف لغویین (مثلاً الخلیل، ابن فاروق، یا الجوہری) کے اقوال پر انحصار کیا جائے تو بسا اوقات تفسیری روح مجروح ہوتی ہے۔ اگر امام بخاریؒ کی طرح لغوی ترجیح کو محدثانہ اسناد اور تفسیری سیاق کے ساتھ جوڑ کر معاجم مرتب کی جائیں، تو ایک ایسی جامع قرآنی لغت وجود میں آسکتی ہے جو لغوی دقت اور روایتی صحت دونوں کی جامع ہو۔

ثانیاً : **استشراقی اعتراضات اور تحریفِ معنوی کا ازالہ :** مستشرقین نے بسا اوقات قرآنی الفاظ کے بعض شاذ لغوی معانی یا جاہلی اشعار کے نادر استعمالات کو بنیاد بنا کر قرآنی مفاہیم میں تحریف کی کوشش کی ہے، یا یہ دعویٰ کیا ہے کہ قرآنی الفاظ کے معانی بعد کے دور میں گھڑے گئے۔ امام بخاریؒ کا منہج، جو دوسری اور تیسری صدی ہجری کے اوائل میں متصل روایات اور ابو عبیدہ و ابن عباسؓ کے شواہد سے لغوی معانی کو ثابت کرتا ہے، استشراقی تشکیک کے خلاف ایک انتہائی مضبوط اور علمی دفاعی شیلڈ فراہم کرتا ہے[59]۔

ثالثاً : **بین العلومی تحقیقات کا فروغ :** معاصر دور میں علومِ حدیث اور علومِ لغت کو الگ الگ خانوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ امام بخاریؒ کا تراجمِ ابواب کا اسلوب یہ سبق دیتا ہے کہ ایک سچا محدث لغتِ عرب سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، اور ایک ماہرِ لغت حدیث و سنت کے سیاق کے بغیر قرآنی مراد کو کامل طور پر نہیں پا سکتا۔ اس باہمی ربط کو جدید تعلیمی اداروں میں زندہ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

تنقیدی محاکمہ و جائزہ

امام بخاریؒ کے تراجمِ ابواب میں غریب القرآن کی لغوی و تفسیری توضیح کا جامع، مستند اور تقابلی جائزہ لینے کے بعد، علمی اور تحلیلی توازن کا تقاضا ہے کہ ان کے لغوی منہج کا تنقیدی محاکمہ بھی پیش کیا جائے، جس میں ان کی علمی عبقریت کے ساتھ ساتھ ان کے منہجی دائرہ کار اور سرحدوں کا سنجیدہ جائزہ شامل ہو۔

امام بخاریؒ کے اس لغوی منہج کے بنیادی **قوی اور مثبت پہلو** درج ذیل ہیں:

1. **محدثانہ نقد کا غلبہ :** امام بخاریؒ نے لغوی تاویلات اور معانی کو محض عقل یا نحوی قیاس کی بھینٹ چڑھنے نہیں دیا، بلکہ انہوں نے ہمیشہ اس لغوی قول کو ترجیح دی جو سلفِ صالحین کے آثار اور متونِ حدیث سے ہم آہنگ تھا۔ اس سے لغوی تعبیرات میں تحریف کا باب بند ہوا۔
2. **اصولِ اختصار و جامعیت :** امام بخاریؒ نے لغوی طوالت کو حذف کر کے قاری کو ایک حتمی اور نچوڑا ہوا لغوی فیصلہ فراہم کیا، جو تدریسی اور تفسیری نقطہ نظر سے انتہائی کارآمد ثابت ہوتا ہے۔
3. **ابو عبیدہ کا نقدانہ تہذیب :** امام بخاریؒ نے ابو عبیدہ کی "مجاز القرآن" جیسے وسیع لغوی مأخذ کو جس نقد و نظر کے ساتھ چھانا اور اس میں سے مفید لغوی مواد نکال کر تراجم کا حصہ بنایا، وہ ان کی اعلیٰ درجے کی مصدر شناسی کا ثبوت ہے۔

تاہم، علمی غیر جانب داری کے ساتھ درج ذیل **حدود** کا ملاحظہ بھی ضروری ہے:

الف (**نحوی و اشتقاقی علل کی عدم تصریح :** امام بخاریؒ چونکہ بنیادی طور پر محدث اور فقیہ تھے، اس لیے انہوں نے تراجم میں الفاظ کی نحوی ترکیب، اعرابی وجوہ، اور مادے کے تفصیلی اشتقاقی قواعد پر گفتگو نہیں کی۔ جو طلبہ نحوی و اعرابی باریکیوں کی تلاش میں ہوتے ہیں، ان کی تشنگی صرف صحیح بخاری کے تراجم سے پوری نہیں ہوتی، بلکہ انہیں زجاج کی "معانی القرآن"، الفراء، یا ابن الانباری کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

ب (**شواہدِ شعریہ کا اخفاء :** ابو عبیدہ، ابن قتیبہ، اور ابن عباسؓ غریب الفاظ کی لغوی حجیت کے لیے کثرت سے جاہلی اشعار پیش کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے تراجمِ ابواب کے ایجاز کو برقرار رکھنے کے لیے اشعار کے اقتباسات کو عموماً حذف کر دیا اور صرف لغوی نتیجہ تحریر فرمایا[60]۔ اگرچہ اس سے تراجم کا سائز مختصر رہا، مگر لغوی استشہاد کا وہ شاعری پر مبنی تاریخی ثبوت تراجم میں براہِ راست نظر نہیں آتا۔

ج (**تفردات کا نادر وقوع :** بعض مقامات پر امام بخاریؒ نے ابو عبیدہ یا مجاہدؒ کے ذریعے ایک ایسا لغوی قول نقل فرمایا جو جمہور اہل لغت (مثل الخلیل بن احمد یا سیبویہ) کے نزدیک مرجوح یا نادر شمار ہوتا تھا۔ مثلاً بعض حروفِ مقطعات یا غریب الفاظ کی تاویل میں انہوں نے جس خاص تعبیر کو اپنوایا، اس پر حافظ ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ نے "فتح الباری" اور "عمدۃ القاری" میں نقد کرتے ہوئے جمہور لغویین کا زیادہ راجح قول بھی ساتھ نقل فرمایا[61]۔

ان تمام تر حدود کے باوجود، یہ بات عیاں رہتی ہے کہ امام بخاریؒ کا لغوی تفسیری منہج اسلامی لغوی تاریخ کا ایک ممتاز اور درخشندہ شاہکار ہے جس نے حدیث اور قرآن کی لغوی خدمات کو ایک ناقابلِ فصل ربط میں پرو دیا ہے۔

حاصلِ تحقیق / نتیجہ

اس مفصل، جامع اور تقابلی تحقیقی مطالعے کا حاصل اور بنیادی فکری نتائج درج ذیل اہم نکات میں تلخیص کیے جاسکتے ہیں:

1. **بنیادی تحقیقی سوال کا جواب :** تحقیق سے یہ حقیقت ثابت ہوا کہ امام بخاریؒ نے تراجمِ ابوابِ صحیح بخاری میں قرآنی غریب الفاظ کی تبیین کے لیے ایک جامع، کثیر الجہت اور نقد آشنا منہج اختیار فرمایا۔ انہوں نے عربی لغت، کلامِ عرب، اور بالخصوص ابو عبیدہ معمر بن المثنی کی تصنیف "مجاز القرآن" سے وسیع پیمانے پر استفادہ فرمایا، لیکن اس استفادے کو سلفِ صالحین (ابن عباس، مجاہد، قتادہ) کے تفسیری اقوال اور صحاح احادیث کے سیاقی شواہد کے ساتھ مقید و ترجیح زدہ بنایا۔
2. **کلاسک کتبِ غریب سے تقابلی نتائج:**

- ابن قتیبہ کی "تفسیر غریب القرآن" کے مقابلے میں امام بخاریؒ کا اسلوب محض لغوی حصر کے بجائے روایتی و حدیثی سیاق کا حامل ہے۔
- ابو بکر السجستانی کی "نزہۃ القلوب" کے تعریفی و معجماتی انداز کے مقابلے میں امام بخاریؒ کا ترجمہ روایتی اسناد اور تفسیری حجیت سے مزین ہے۔
- امام راغب اصفہانی کی "المفردات" کے عمیق اشتقاقی و فلسفیانہ بسط کے مقابلے میں امام بخاریؒ کا منہج منتخب، سیاقی اور عملی ہے جو قاری کو معنوی تشتت سے بچا کر نص کی مرکزی مراد تک پہنچاتا ہے۔

3. **محدثانہ نقد و ترجیح کا اثبات :** تطبیقی امثال (مثلاً الرقیم، الصمد، السری، حصحص، التہلکۃ) کے تفصیلی تجزیے سے یہ علمی ثبوت سامنے آیا کہ امام بخاریؒ محض لغوی قیاس یا شاعری کے واحد شاہد پر فیصلہ نہیں کرتے، بلکہ وہ "سیاقِ آیت" اور "روایتِ حدیث" کو لغوی اقوال پر حاکم قرار دے کر ترجیح قائم کرتے ہیں۔ یوں وہ لغوی مباحث میں ایک ممتاز نقاد محدث کا کردار ادا کرتے ہیں۔

- **علمی شراکت :** اس تحقیق نے یہ بنیادی علمی شراکت پیش کی ہے کہ امام بخاریؒ صرف ایک عظیم محدث اور فقیہ ہی نہیں ہیں، بلکہ وہ علومِ قرآن اور قرآنی معجم نگاری کے بھی ایک عظیم معمار اور بانی ائمہ میں شمار ہونے کے مستحق ہیں۔ ان کے تراجمِ ابواب غریب القرآن کا ایک ایسا علمی ذخیرہ ہیں جس نے بعد کے شارحین (ابن حجر، عینی، قسطلانی) اور مفسرین کے لیے لغوی و تفسیری رہنمائی کی شمعیں روشن رکھیں۔

حوالہ جات

1. جلال الدين السيوطي، الإتقان في علوم القرآن (الرياض: دار عالم الكتب، 2003ء)، 2:184۔
2. ابو محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبة الدينوري، تفسير غريب القرآن، تحقيق السيد أحمد صقر (القاهرة: دار إحياء الكتب العربية، 1958ء)، 12-15۔
3. أبو القاسم الحسين بن محمد الراغب الأصفهاني، المفردات في غريب القرآن، تحقيق صفوان عدنان الداودي (دمشق: دار القلم، 1412ھ)، 21-25۔
4. أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، هدي الساري مقدمة فتح الباري (الرياض: دار طيبة، 2005ء)، 14-17۔
5. شاه ولي الله الدهلوي، شرح تراجم أبواب صحيح البخاري (حيدر آباد: دائرة المعارف العثمانية، 1368ھ)، 8-12۔
6. ابن حجر العسقلاني، هدي الساري، 291۔
7. المصدر نفسہ، 292۔
8. بدر الدين العيني، عمدة القاري شرح صحيح البخاري (بيروت: دار إحياء التراث العربي، 2003ء)، 1:15-18۔
9. ابن المنير الإسكندراني، المتواري على أبواب البخاري، تحقيق علي حسن عبد الحميد (عمان: دار عمار، 1990ء)، 34-40۔
10. شاه ولي الله، شرح تراجم أبواب صحيح البخاري، 15۔
11. أبو عبيدة معمر بن المثنى، مجاز القرآن، تحقيق فؤاد سزكين (القاهرة: مكتبة الخانجي، 1962ء)، 1:8-12۔
12. أبو بكر محمد بن عزيز السجستاني، نزهة القلوب في تفسير غريب القرآن العظيم (بيروت: دار الكتب العلمية، 1996ء)، 5-9۔
13. الراغب الأصفهاني، المفردات في غريب القرآن، 11۔
14. ابن منظور، لسان العرب (بيروت: دار صادر، 1994ء)، مادة (غرب)، 1:638۔
15. السيوطي، الإتقان في علوم القرآن، 2:185۔
16. المصدر نفسہ، 2:188۔
17. محمد بن جرير الطبري، جامع البيان عن تأويل آي القرآن، تحقيق عبد الله بن عبد المحسن التركي (الرياض: دار عالم الكتب، 2003ء)، 1:89-94۔
18. ابن حجر العسقلاني، هدي الساري، 15۔
19. شاه ولي الله، شرح تراجم أبواب صحيح البخاري، 22۔
20. محمد بن إسماعيل البخاري، الجامع الصحيح (الصحيح للبخاري)، تحقيق محمد زهير بن ناصر الناصر (بيروت: دار طوق النجاة، 1422ھ)، كتاب التفسير، 6:18-120۔
21. أبو عبيدة، مجاز القرآن، 1:15۔
22. ابن حجر العسقلاني، فتح الباري شرح صحيح البخاري (الرياض: دار طيبة، 2005ء)، 8:152۔
23. البخاري، الصحيح، كتاب بدأ الخلق، 4:105؛ كتاب أحاديث الأنبياء، 4:135۔
24. البخاري، الصحيح، كتاب التفسير، سورة البقرة، 6:22۔
25. المصدر نفسہ، سورة الفرقان، 6:102۔

26. ابن حجر العسقلاني، هدي الساري، 293۔
27. المصدر نفسه، 292۔
28. أبو عبيدة، مجاز القرآن، 1:212۔
29. البخاري، الصحيح، كتاب التفسير، سورة الأعراف، 6:74۔
30. أبو عبيدة، مجاز القرآن، 1:350؛ البخاري، الصحيح، كتاب التفسير، سورة الحجر، 6:88۔
31. البخاري، الصحيح، المصدر نفسه۔
32. ابن حجر العسقلاني، فتح الباري، 13:384-388۔
33. ابن قتيبة، تفسير غريب القرآن، 18۔
34. المصدر نفسه، 318۔
35. البخاري، الصحيح، كتاب التفسير، سورة الشعراء، 6:108۔
36. السجستاني، نزهة القلوب، 7۔
37. البخاري، الصحيح، كتاب التفسير، 6:25-30۔
38. الراغب الأصفهاني، المفردات في غريب القرآن، 14-16۔
39. ابن حجر العسقلاني، فتح الباري، 8:210۔
40. أبو عبيدة، مجاز القرآن، 1:393۔
41. ابن قتيبة، تفسير غريب القرآن، 263۔
42. الطبري، جامع البيان، 17:598۔
43. البخاري، الصحيح، كتاب أحاديث الأنبياء، باب أصحاب الكهف، 4:142۔
44. ابن حجر العسقلاني، فتح الباري، 6:468۔
45. ابن قتيبة، تفسير غريب القرآن، 542۔
46. الراغب الأصفهاني، المفردات، 488۔
47. البخاري، الصحيح، كتاب التوحيد، باب قل هو الله أحد، 9:145۔
48. الطبري، جامع البيان، 18:165-168۔
49. أبو عبيدة، مجاز القرآن، 2:8؛ ابن قتيبة، تفسير غريب القرآن، 274۔
50. السجستاني، نزهة القلوب، 182۔
51. البخاري، الصحيح، كتاب التفسير، سورة مريم، 6:95۔
52. ابن قتيبة، تفسير غريب القرآن، 219۔
53. الراغب الأصفهاني، المفردات، 236۔

54. البخاري، الصحيح، كتاب التفسير، سورة يوسف، 6:81۔
55. ابن منظور، لسان العرب، مادة (هلك)، 10:501۔
56. ابن قتيبة، تفسير غريب القرآن، 68۔
57. البخاري، الصحيح، كتاب التفسير، سورة البقرة، 6:28۔
58. Ferdinand de Saussure, Course in General Linguistics (New York: Philosophical Library, 1959), 112-115.
59. محمد مصطفى الأعظمي، دراسات في الحديث النبوي وتاريخ تدوينه (الرياض: جامعة الملك سعود، 1980ء)، 2:140-145۔
60. ابن حجر العسقلاني، هدي الساري، 292۔

العيني، عمدة القاري، 18:210-215؛ ابن حجر، فتح الباري، 8:302۔